عورت کا دائرہ کار۔۔۔اسلامی تعلیمات کا مطالعہ

غزالہ بٹ*

چھٹی صدی عیسوی میں حضرت محمد ﷺ کا اعلان رسالت انسانی تاریخ کا سب سے بڑا واقعہ تھا۔ اس کے نتیجہ میں فکر و نظر کی دنیا بدل گئی۔ سیرت و کردار میں انقلاب آ گیا، انسان نے نئے ڈھنگ سے سوچنا شروع کیا اور اس کی زندگی نے نیا رخ اختیار کیا۔ اسی کا ایک پہلو یہ بھی تھا کہ عورت کے بارے میں اس کا پورا نقطہ نظر اور عملی رویہ بدل گیا اور مرد و زن کے تعلقات نئی بنیادوں پر استوار ہوئے۔

اسلام سے پہلے عورت کی جو حالت زار تھی وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے وہ عورت جس کا معاشرہ کی تعمیر ترقی میں کوئی کردار اور مستقل حیثیت نہ تھی۔ جسے کم تر اور فروتر سمجھا جاتا تھا۔ جسے فساد اور خرابی کی جڑ کہا جاتا تھا جس کی تجارت بازار میں بھیڑ بکریوں کی طرح کی جاتی تھی۔ جس کا کوئی حق نہ تھا جو مردوں کے رحم و کرم پر زندگی گزارتی تھی جو مظلومیت اور محکومیت کا منہ بولتا ثبوت تھا۔

لیکن اسلام نے آ کر عورت کی اس مظلومیت اور محکومیت سے بھری ہوئی تاریخ کو یکسر بدل دیا اور اس کی محکومی کے خلاف اتنے زور سے آواز بلند کی کہ ساری دنیا اس سے گونج اٹھی اور آج تک کسی میں یہ ہمت نہیں یہ اس کی پچھلی حیثیت کو صحیح اور برحق کہہ سکے اور اس نے پوری قوت سے کہا:

﴿"یا ایھا الناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدة و خلق منھا زوجھا و بث منھما رجالا کثیرا و نساء و اتقوا اللہ الذی تساء لون والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا"﴾(۱)

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورت پھیلا دیئے اور تم اللہ سے ڈرو جس کے واسطہ سے تم ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور قرابتوں کے باب میں بھی بے شک اللہ تمہارے اوپر نگران ہے"۔

اسلام نے اس تصور کی جڑ ہی کاٹ دی کہ مرد اس لیے باعزت اور سر بلند ہے کہ وہ مرد ہے اور عورت عورت ہونے کی وجہ سے فروتر اور ذلیل ہے بلکہ یہ اسلام ہی تھا کہ جس نے سب سے پہلے عورتوں کو زمین کی خاک سے اٹھا کر آسمان کی بلندیوں تک پہنچا دیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"الجنة تحت اقدام الامھات" (۲)

---

* لیکچرر، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین، کوپر روڈ لاہور۔

گھر عورت کا دائرہ کار و میدان عمل:

اسلام کے عورت کو وہی درجہ دیا ہے جو مرد کا ہے حیثیت حقوق اور آخرت کے انعامات میں دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں زندگی کا نظام چلانے میں دونوں برابر کے شریک ہیں لیکن بحیثیت ''مرد'' مرد کا دائرہ عمل کچھ اور ہے اور بحیثیت ''عورت'' عورت کا میدان کار کچھ اور ہے ان دونوں کے دائرہ عمل کے درمیان اسلام کا تقسیم کار کا اصول کار فرما ہے نہ کہ یکسانیت کار کا اصول۔

اور اسی تقسیم کار کے اصول کی وضاحت کرتے ہوئے اسلام نے عورتوں کے دائرہ عمل کے لئے گھر کا میدان تجویز کیا ہے۔قرآن مجید اسی اصول کی وضاحت میں کہتا ہے۔

﴿و قرن فی بیوتکن و لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی﴾ (۳)

''اور اپنے گھروں میں بیٹھی رہو اور اگلے دور جاہلیت کی طرح زیب و زینت کا اظہار نہ کرتی پھرو''۔

یہ حکم اس وقت دیا گیا جب اسلام کو حقیقتاً افرادی قوت کی ضرورت تھی کہ ایک ایک فرد مرد و زن میں سے دشمن کے مقابلہ میں کمر بستہ ہو جائے تا کہ اسلام کو سربلندی حاصل ہو سکے لیکن اس وقت بھی یہ فیصلہ کیا گیا کہ مردوں کو ہر فتنہ کا روبرو مقابلہ کر کے سر کچلنا چاہئے جبکہ دختران ملت کو ان کے ماؤں کے ذریعہ سے یہ حکم دیا گیا کہ وہ اس جنگ میں شریک تو ضرور ہوں لیکن گھروں کے حصار میں رہ کر۔ وہ دین و ایمان کی غارت گر قوتوں کے مقابلہ میں تو لگی رہیں لیکن اپنی سیرت و کردار اور عزت و ناموس کو گھر کی پناہ گاہ میں محفوظ رکھتے ہوئے۔

گویا یہ فیصلہ کر دیا گیا کہ ریاست اور معاشرہ کے تحفظ کی ذمہ داری مرد کی ہے اور عورت کی جدوجہد گھر کو سنبھالنا ہے اس کی حقیقی پوزیشن یہ نہیں کہ وہ بازار کی تاجر، دفتر کی کلرک، عدالت کی جج اور فوج کی سپاہی بنی رہے بلکہ اس کے عمل کا حقیقی دائرہ کار اور میدان اس کا گھر ہے۔

علامہ ابوبکر جصاص اس آیت کی تشریح میں فرماتے ہیں:

"و فیہ دلالۃ علیٰ ان النساء مامورات بلزوم البیت منھیات عن الخروج"(۴)

''اور اس میں دلالت ہے اس بات کی کہ عورت اپنے گھروں سے چمٹی رہنے پر مامور ہے اور ان کو باہر نکلنے سے روک دیا گیا ہے۔''

عورتوں کے بارے میں اسلام کا یہ اصول ہے کہ عورت اور مرد عزت و احترام کے لحاظ سے برابر ہیں اخلاقی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں آخرت میں اپنے اجر کے لحاظ سے برابر ہیں لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے۔ سیاست اور ملکی انتظام اور فوجی خدمات اور اسی طرح کے دوسرے کام مرد کے دائرہ عمل سے تعلق رکھتے ہیں۔اس دائرہ میں عورت کے گھسیٹنے کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یا تو ہماری خانگی زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی جس کی بیشتر ذمہ داریاں

عورتوں سے تعلق رکھتی ہیں یا پھر عورتوں پر دہرا بار ڈالا جائے گا کہ وہ اپنے فطری فرائض بھی سرانجام دیں جن میں مرد قطعاً شریک نہیں ہو سکتا اور پھر مرد کے فرائض کا بھی نصف حصہ اپنے اوپر اٹھائیں عملاً دوسری صورت ممکن نہیں کہ لازماً پہلی صورت ہی رونما ہوگی اور مغربی ممالک کا تجربہ بتاتا ہے کہ وہ رونما ہو چکی ہے۔(۵)

یعنی مرد و عورت کے لئے یہی بات بہتر ہے کہ وہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں کام کریں۔

مولانا وحید الزمان صاحب مرد و عورت کے درمیان دائرہ عمل کی تقسیم کی وضاحت یوں کرتے ہیں:

''سماجی زندگی میں اسلام نے دونوں کے عمل کے درمیان ایک حد تک تقسیم کار کا اصول اختیار کیا ہے۔ مرد کی سرگرمیوں کا دائرہ بنیادی طور پر ''باہر'' ہے اور عورت کی سرگرمیوں کی دائرہ بنیادی طور پر ''اندر'' ہے۔ اس تقسیم کا کوئی بھی تعلق امتیاز سے نہیں ہے اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ دونوں کی صنفی خصوصیات مجروح نہ ہوں دونوں اپنی پیدائشی صلاحیتوں کو پوری طرح کام میں لاسکیں۔ بغیر اس کے خاندان یا سماج کے اندر کوئی رخنہ واقع ہو بالفاظ دیگر یہ فرق انتظام کی بنیاد پر ہے نہ کہ اعزاز کی بنیاد پر''۔(۶)

عورت کے دائرہ کار کو انتظام کی بنیاد پر صرف اور صرف گھر تک محدود کیا گیا ہے اس کی تاکید ہمیں اس حدیث مبارکہ سے بھی ہو رہی ہے۔

"والمرء ة راعية علىٰ بيت بعلها وولده و هي مسولة عنهم"(۷)

''اور عورت اپنے شوہر کے گھر اور اس کے بچوں کی ذمہ دار بنائی گئی ہے اور اس سے ان چیزوں کے بارے میں پرسش ہوگی''

یہ حدیث واضح طور پر اس بات کو بیان کر رہی ہے کہ عورت کو ایسے تمام فرائض سے سبکدوش کیا گیا ہے جو بیرون خانہ کے امور سے تعلق رکھنے والے ہیں چاہے ان کا تعلق عبادات سے ہی کیوں نہ ہو۔

''عبادات کے اہم ترین جزء نماز کے لیجئے۔ مرد پر نماز جماعت کے ساتھ فرض ہے عورت پر نماز تو فرض کی گئی لیکن جماعت ضروری نہیں قرار دی گئی مرد اگر بلاوجہ جماعت سے پیچھے رہتا ہے تو اسے انتہائی زجر و توبیخ کا مستحق سمجھا جاتا ہے اس کے برعکس عورت کو مختلف پہلوؤں سے ترغیب دی جاتی ہے کہ وہ اپنے مکان کے کسی گوشہ ہی میں عبادت کرے''(۸)

جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"خير المساجد النساء قعر بيو تهن"(۹)

''عورتوں کی بہترین مسجدیں ان کے گھروں کے اندرونی حصے ہیں''

یہ مسئلہ صرف نماز کے ساتھ ہی نہیں تھا بلکہ دیگر عبادات میں عورت کو پابند کیا جاتا کہ وہ گھروں میں ہی رہیں اور

گھروں میں ان عبادات کو بجالائیں۔

جیسا کہ نماز جمعہ ہے کہ شریعت نے اس کو اس عبادت سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔

"عن طارق ابن شهاب عن البنى صلى الله عليه وسلم قال الجمعة حق واجب علىٰ كل مسلم الا اربعة عبد مملوك او امرأة او صبى او مريض"(۱۰)

طارق بن شہاب نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے چار قسم کے لوگوں کے غلام، عورت، بچہ اور مریض۔

اسی طرح جنازہ لے کر جانے اور اس کے پیچھے چلنے سے عورتوں کو منع کیا گیا۔

"نهينا عن اتباع الجنائز و لم يعزم علينا" (۱۱)

''ہمیں جنازوں کے پیچھے چلنے سے منع کیا گیا لیکن اس معاملہ میں حضور ﷺ نے ہم پر سختی نہیں کی''

جہاد میں بھی یہی اصول سامنے رکھا گیا کہ نازک وقت میں عورت کو جہاد کے لئے محاذ جنگ پر نہیں بلایا جائے گا بلکہ اسے گھر کے دائرہ میں رہ کر ہی اس وقت کو گزارنا ہوگا۔

"عن عائشه عن البنى صلى الله عليه وسلم انه قال عليكن بالبيت فانه جهاد كن"(۱۲)

ایک حدیث میں ایک صحابیہ کے سوال کا جواب یوں دیا گیا۔

"كتب الله الجهاد على الرجال فان اصابو اكثروا و ان استشهدوا كانوا احياء عندربهم يرزقون فما يعدل ذلك من اعمالكم فقال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم طاعة ازواجهن والمعرفة لحقوقهن"(۱۳)

''اللہ تعالیٰ مردوں پر جہاد فرض کیا ہے اگر وہ فتح یاب ہوتے ہیں تو غنیمت پاتے ہیں اور اگر شہید ہوتے ہیں تو وہ اپنے رب کے پاس زندہ چلے جاتے ہیں جہاں ان کو روزی ملتی ہے پس ہمارا کونسا عمل ان کے اس عہد کے مساوی ہوگا تو نبی کریم ﷺ نے جواب دیا ''اپنے شوہروں کی اطاعت اور ان کے حقوق پہچاننا'' اور جب عورتوں نے اصرار کے ساتھ پوچھا کہ کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے تو یہ جواب دیا گیا:

"نعم عليهن جهاد لا قتال فيه الحج ولاعمرة"(۱۴)

''ہاں ان پر جہاد ہے لیکن ایسا جہاد جس میں جنگ نہیں ہوتی اور وہ ہے حج اور عمرہ''

یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ گھر میں کام کاج کرنے والی اور دن رات شوہر کی خدمت میں مصروف رہنے والی عورت کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

"قال رسول الله صلىٰ الله عليه وسلم انا و امرأة سفعاء الخدين كهاتين يوم القيامة"(۱۵)

''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں اور ملگجے گالوں والی عورت قیامت کے دن (راوی کا بیان ہے کہ

آنحضرت نے شہادت کی انگلی اور منجھلی انگلی کو برابر کرتے ہوئے فرمایا) اس طرح ہوں گے"

عورت ومرد کے دائرہ کار ایک دوسرے کے الگ رکھنے کی وجوہات:

اسلام نے دو وجوہ سے عورت اور مرد کے دائرہ کار ایک دوسرے سے الگ ہیں:

(1) عفت وعصمت کی حفاظت:

اسلام وعفت وعصمت کے معاملہ میں بڑا حساس واقع ہوا ہے اس نے عورت اور مرد کے آزادانہ میل جول اور اختلاط سے سختی سے منع کیا ہے وہ اس بات کو غلط سمجھتا ہے کہ عورت ومرد ایک ساتھ مل کر کام کریں اور خود کو ایسی آزمائش میں ڈال دیں کہ اس سے نکلنا ان کے لیے دشوار ہوجائے اسی لیے اس نے زنا اور بدکاری سے ہی نہیں بلکہ اس کے قریب جانے سے بھی منع کیا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

"ولاتقربوا الزنا انه کان فاحشة و ساء سبیلا" (۱۶)

''گناہ کے قریب مت پھٹکو اس لیے کہ وہ بے حیائی کا کام ہے اور بہت ہی برا راستہ ہے''۔

عفت وعصمت بظاہر ایک اخلاقی قدر ہے لیکن اس سے پورے معاشرے کا رخ متعین ہوتا ہے جس معاشرہ میں عفت وعصمت کی کوئی اہمیت نہ ہو وہ آدمی کو ہر طرف سے کھینچ کر زنا اور بدکاری کی طرف لے جاتا ہے اور ایسا خاص قسم کا معاشرہ، تہذیب، کلچر اور اخلاق وادب وجود میں آتا ہے جس کا انجام صرف اور صرف تباہی، ہلاکت وبربادی ہے۔

اس کے برعکس جو معاشرہ عفت وعصمت کی قدر وقیمت اور عظمت محسوس کرتا ہے تو اس کی تعمیر ایک دوسرے ہی طریقہ پر ہوتی ہے اس کے ہر عمل سے شرم وحیا اور کردار کی پاکیزگی کا اظہار ہوتا ہے ہر طرف تقویٰ اور طہارت کی فضا چھائی رہتی ہے اور یہ وہ چیز ہے جس کا اسلام تقاضا کرتا ہے۔

اسی لیے اسلام نے عورت ومرد کا دائرہ کار مختلف رکھا تاکہ عفت وعصمت ایسے جوہر نایاب کی حفاظت ہوسکے جو کہ ایک مسلم معاشرہ کا خاصہ ہوتی ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن پاک نے اپنے معجزانہ پیرائے میں کئی مقامات پر عفت وعصمت اور اخلاق کی اہمیت اور تاکید بیان کی ہے ایک جگہ عفت وعصمت اور اخلاق ومحبت کی حفاظت کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

﴿وَالْحٰفِظِيْنَ فُرُوْجَهُمْ وَ الْحٰفِظٰتِ وَ الذّٰكِرِيْنَ اللّٰهَ كَثِيْرًا وَّ الذّٰكِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا﴾ (۱۷)

''اپنی شہوت کی جگہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور عورتیں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے معافی اور بڑا ثواب رکھا ہے''۔

اس آیت میں کتنی وضاحت سے یہ بتایا گیا ہے کہ جو لوگ گوہر عصمت اور درِ عفت کی حفاظت کرتے ہیں، اپنے اخلاق و علم کو صحیح رکھتے ہیں، خداوندی حدود میں رہ کر لذت و سرود حاصل کرتے ہیں اور حدود اللہ کو توڑنے سے بچتے ہیں ان لوگوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے مغفرت کی دولت اور اجر عظیم کی لازوال نعمت تیار کر رکھی ہے۔

عورت سے عفت و عصمت پر بیعت:

اسلام میں عفت و عصمت کی اتنی حفاظت کی جاتی ہے کہ مسلمان عورتوں سے جن باتوں پر بیعت لینے کا حکم تھا ان میں ایک بات یہ بھی تھی کہ وہ بدکاری نہ کریں گے اور اپنی عفت و عصمت کے دھلے ہوئے دامن پر دھبہ نہ آنے دیں گے جیسا قرآن پاک میں حضور اکرم ﷺ کی عورتوں سے بیعت کے الفاظ بیان کیے گئے ہیں۔

﴿وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ﴾ (۱۸)

''اور نہ وہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی اور نہ خود ساختہ افترا باندھیں گی''۔

قوتوں اور صلاحیتوں کا فطری فرق:

مرد اور عورت کے بارے میں اسلام کا تصور دونوں صنفوں کی فطری ساخت میں ثابت شدہ فرق پر مبنی ہے۔ یہ ایک حیاتیاتی حقیقت ہے کہ مرد و عورت کی ساخت میں فرق ہے۔ دونوں کی قوتیں اور صلاحتیں یکسر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مرد پیدائشی ساخت کے اعتبار سے "باہر" کے کام کے لیے موزوں ہے اور عورت اپنی پیدائشی ساخت کے اعتبار سے "اندر" کے کام کے لیے موزوں ہے کیونکہ عورت جسمانی طور پر مرد سے مختلف ہے اور وہ زیادہ محنت و مشقت برداشت نہیں کر سکتی پھر اس کے ساتھ ایسے عوارض بھی لگے ہوئے ہیں جو اسے مسلسل اور سخت محنت سے روکتے ہیں اس کے علاوہ حمل و رضاعت کے تکلیف دہ اور جاں گسل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے یہ ساری کیفیات اس کی صحت، وقت کار اور مزاج پر اثر انداز ہوتی ہیں اور لگا تار جد و جہد اور سخت محنت کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔

اسلام دین فطرت ہے اس کے تمام احکام فطری حقیقتوں پر مبنی ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ فطری تقاضوں کو قانونی صورت دینے ہی کا دوسرا نام شریعت ہے عورت کے بارے میں اسلام کی تعلیمات بھی اسی بنیادی اصول پر مبنی ہیں۔

فطری طور پر عورت کے مزاج، رجحان اور نفسیات کا تقاضا اور عدل و انصاف سے قریب تر بات بھی یہی ہے کہ عورت پر اس کے کچھ کم بوجھ ڈالا جائے جتنا مرد پر ڈالا جاتا ہے۔ عورت کو اس کے فطری تقاضوں کے مطابق کاموں میں لگایا جائے جو زیادہ محنت طلب نہیں ہوتے جبکہ مرد کے ذمے سخت مشقت کے کام لگائے جائیں۔

اسلام نے اس کا حل یہ نکالا کہ عورت گھر سنبھالے کیونکہ یہ پرسکون ماحول فراہم کرتا ہے اور اس کے مزاج و فطرت کے مطابق ہے جبکہ مرد باہر کی خدمات انجام دے اور زندگی کے پیچیدہ اور دشوار مسائل کا سامنا کرے۔

گھر کی بنیادی اہمیت:

اسلامی معاشرے میں گھر کو بنیادی اہمیت حاصل ہے کیونکہ گھر کسی بھی سوسائٹی کی بنیاد ہوتا ہے اور اس کی اہمیت بازار اور دفتر سے کم نہیں اور خاص طور پر عورت کے لیے عزت و شرف کا مقام اس کا گھر ہے بازار نہیں۔ جبکہ موجودہ زمانہ میں گھر اور خاندان کی اہمیت پوری طرح محسوس نہیں کی جاتی اور یہ آج کے دور کا ذہنی بگاڑ ہے کہ گھر سنبھالنے کو کم تر درجہ کا کام سمجھا جاتا ہے اور باہر کے کام کو زیادہ بڑا کام سمجھ لیا گیا۔ اسی لئے جب گھر کو عورت کا دائرہ کار کہا جاتا ہے تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ اس کے لیے معاشرہ کا بہت ہی حقیر اور ذلیل کام تجویز کیا جا رہا ہے۔ اسے وہ حق نہیں دیا جا رہا جو فی الواقع اسے ملنا چاہیے۔ اسی طرح اسے مستقلاً نچلی سطح پر رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مگر اسلام گھر سنبھالنے کے لیے کام کو بھی اتنا ہی عزت کا درجہ دیتا ہے جتنا باہر کے کام کو۔ حقیقت یہ ہے کہ دونوں کام یکساں اہمیت کے ہیں ان میں سے کسی فریق کو یہ حق نہیں کہ وہ احساس برتری میں مبتلا ہو اور نہ کسی فریق کو چاہیے کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہو کر اپنی اہمیت خود اپنی نظر میں گھٹا لے۔

نبی کریم ﷺ سے ایک حدیث مروی ہے:

"جاء ت نسیبه بنت عمرو الی النبی ﷺ تقول یا رسول الله ذهب الرجال بالا جور۔ یشهدون الجمع و الجماعات والجهاد فی سبیل الله فماذا القی لنا۔ فقال رسول الله ﷺ یا نسیبه ان حسن احد کن لزوجها وطلها لمرضاته یعدل کل ماذکرت من اجود الرجال"(۱۹)

''حضرت نسیبہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس آئیں انہوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول مرد اجر میں بڑھ گئے وہ جمعہ میں اور اجتماعات میں اور جہاد میں اکثر شریک ہوتے ہیں پھر ہم عورتوں کے لیے باقی رہا آپ ﷺ نے فرمایا اے نسیبہ تم میں سے ایک عورت اپنے شوہر کے ساتھ بہتر طریقہ سے رہے اور اس کی مرضی کو پورا کرے یہ ان تمام اعمال کے برابر ہے جن کا تم نے مردوں کے سلسلے میں ذکر کیا''۔

اس حدیث سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ عورت کے لیے دین و دنیا ہر لحاظ سے بہترین دائرہ کار اس کا گھر ہے اور اگر وہ گھر کا انتظام و انصراف صحیح طریقہ سے کرے اور اپنے گھر والوں کو خوش رکھے تو اس کے لیے جہاد دنیاوی اعتبار سے خوشیاں حاصل ہوں گی وہاں دینی اعتبار سے اس کے درجات میں بھی بلندی ہوگی اور اس کا وہ وقت جو گھر میں استعمال ہوگا وہ جہاد میں صرف ہونے والے وقت سے درجہ کے مقابلہ میں کم نہیں ہے۔

عورت کے لیے اسلام کی صنفی رعایات

تخلیقی اور پیدائش اعتبار سے مردوزن میں کوئی فرق امتیاز نہیں ہے۔ ان کی اصل ایک ہے اسی وجہ سے ان کے بنیادی حقوق وفرائض ایک ہی ہیں جبکہ زندگی کے دوائر مختلف ہونے کی وجہ سے ان کے حقوق ومعاملات وفرائض میں کچھ فرق بھی ہے مگر اس کے باوجود اسلام نے عورت کو کئی معاملات میں صنفی رعایات دی ہیں جن کا ذیل میں ذکر کیا جارہا ہے۔

(1) عبادات میں رعایات:

اسلام میں عبادات کی جو اہمیت ہے وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے حقیقت میں یہ روح دین اور جان شریعت ہیں ان عبادات کی ایک خاصیت یہ ہے کہ ان کو اجتماعی صورت میں ادا کیا جاتا ہے اور تمام مسلمانوں پر یہ لازم قرار دیا گیا ہے کہ ان کو اجتماعی صورت میں ہی ادا کیا جائے لیکن صنف نازک کو اس معاملہ میں رعایت دی گئی ہے۔ اس کے لیے یہ لازمی نہیں کہ وہ عبادات کو اجتماعی صورت میں ادا کرے۔

عبادات میں نماز ہی اہم عبادت کو لے لیں مرد پر نماز جماعت کیساتھ فرض ہے مرد اگر بلاوجہ جماعت سے پیچھے رہتا ہے تو اس کو انتہائی زجروتوبیخ کا مستحق سمجھا جاتا ہے جبکہ عورت پر نماز تو فرض کی گئی ہے لیکن جماعت ضروری نہیں قرار دی گئی اس کے برعکس عورت کو مختلف طریقوں سے اس بات کی ترغیب دی کہ وہ نماز اپنے مکان کے کسی گوشہ میں ہی ادا کرے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

"خیر مساجد النساء قعر بیوتھن"۔ (۲۰)

''مشہور صحابی ابوحمید ساعدی کی بیوی آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگیں یا رسول اللہ ﷺ میں چاہتی ہوں کہ آپ کے ساتھ مسجد میں نماز پڑھا کروں۔ آپ ﷺ کی کیا رائے ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے جواب دیا مجھے یقین ہے کہ واقعتاً تمہاری یہی خواہش ہے لیکن یہ جان لو اپنے مکان کی کسی تنگ کوٹھڑی میں نماز پڑھنا تمہارے لیے کشادہ کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ تمہاری جو نماز کمرہ میں ادا ہو وہ مکان کے وسط میں ادا کی جانے والی نماز سے اولیٰ ہے اس نماز سے جو تم اپنے محلّہ کی کسی مسجد میں ادا کرو۔ اسی طرح تمہاری جو نماز اپنے محلّہ کی مسجد میں ادا ہوئی ہے وہ تمہارے حق میں میری مسجد میں پڑھی جانے والی نماز سے بہتر ہے'' (۲۱)

اس طرح جمعہ کی نماز لے لیں۔ شریعت نے عورت کو اس اجتماعی طریق عبادت سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔

حدیث نبوی ﷺ میں فرمان رسول ﷺ ہے۔

"عن النبی ﷺ الجمعة وسلم الجمعة حق واجب علی کل مسلم الا ربعة عبد مملوك او امراة و صبی او مریض" (۲۲)

''نبی ﷺ سے روایت ہے کہ جمعہ ہر مسلمان پر واجب ہے سوائے چار قسم کے لوگوں کے ، غلام، عورت ، بچہ اور مریض''۔

اسی طرح عورتوں پر یہ لازم بھی نہیں ہے کہ جنازوں کے ساتھ چلیں۔ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے جسے ام عطیہ رضی اللہ عنہا بیان کر رہی ہیں کہ:

"نھینا عن اتباع الجنائز" (۲۳)

''ہمیں جنازوں کی مشعیت سے منع کیا گیا''۔

گذشتہ تمام احادیث سے یہ بات واضح طور پر کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نماز اور اس جیسی عبادات میں عورتوں کو خاص صنفی رعایت حاصل ہے جو کہ مرد کو حاصل نہیں ہے۔

(2) جہاد میں شرکت سے رعایت:

اسلام میں عورتوں کو یہ رعایت بھی حاصل ہے کہ وہ جہاد میں نہ شرکت کریں اور اس میدان کو صرف اور صرف مرد کے لیے رہنے دیں۔ اسلام کی جنگوں میں عورتوں نے شرکت تو کی لیکن صرف اس لیے تاکہ وہ زخمیوں کو پانی پلائیں۔

نبی کریم ﷺ سے جب بھی عورتوں کے جہاد کے بارے میں عرض کیا گیا تو نبی کریم ﷺ نے عورتوں کے لیے حج اور عمرہ کو جہاد کے برابر قرار دیا۔

"عن عائشه عن النبی ﷺ قال علیکن بالبیت فانه جهاد کن" (۲۴)

''حضرت عائشہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا تم اپنے گھر میں جمی رہو کیونکہ یہی تمہارا جہاد ہے''۔

ایک دفعہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا کیا عورتوں پر جہاد فرض ہے؟ آپ ﷺ نے بڑے ہی اچھے انداز میں جواب دیا:

"نعم علیهن جهادا لاقتال فیه الحج العمرة" (۲۵)

''ہاں ان پر جہاد ہے لیکن ایسا جہاد جس میں جنگ نہیں ہوتی اور وہ ہے حج اور عمرہ''۔

ایک اور جگہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"نعم الجهاد الحج" (۲۶)

''تمہارے حق میں بہترین جہاد ہے''

ان تمام احادیث سے یہ بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ عورتوں پر جہاد فرض نہیں ہے جبکہ مردوں پر ہے اور عورتوں کو اس معاملے میں بھی صنفی رعایت دی گئی ہے۔

(iii) معاشی جدوجہد سے رعایت:

اسلام کی ایک صنفی رعایات سے ایک یہ بھی ہے کہ اسے معاشی جدوجہد سے نجات دی گئی ہے اس پر کسی اور کا کیا خود اس کا اپنا معاشی بار بھی نہیں ڈالا گیا کیونکہ اسلام چاہتا ہے کہ عورت یکسوئی کے ساتھ خاندانی فرائض انجام دیتی رہے اور گھر کا انتظام سنبھالے۔ جبکہ معاشی مصروفیت اور ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے اور سب گھر والوں کا نان ونفقہ اور ان کی معاشی ضرورت پورا کرنا صرف اور صرف مرد کی ذمہ داری ہے۔

گھر کے اندر مصروف ہونے کی وجہ سے اسلام نے اس کی معاشی حالت کو کمزور نہیں ہونے دیا ہے بلکہ اسے مرد سے زیادہ مستحکم رکھا ہے۔

اسے وراثت میں حصہ ملتا ہے اسی طرح اسے شوہر کر طرف سے اسے مہر ملتا ہے اس کے علاوہ اسے مختلف اوقات میں زیورات اور تحفہ تحائف بھی ملتے ہیں جو اس کی ذاتی ملکیت میں ہوتے ہیں۔

اس طرح عورت اسلامی معاشرے میں رہتے ہوئے اپنی معاش کے لیے گھر چھوڑنے اور اس کی ذمہ داریوں پر مجبور نہیں ہوتی اور اس طرح وہ سماجی، معاشرتی اور اخلاقی برائیاں بھی نہیں پیدا ہوتیں جو عورت اور مرد کے ایک ساتھ مل کر معاشی دوڑ دھوپ کرنے سے پیدا ہوتی ہیں۔

(iv) خلع کی رعایت:

اسلام نے جس طرح مرد کو یہ اختیار دیا کہ اگر کسی عورت سے واقعی نباہ کا اب کوئی امکان نہ ہوتو وہ کچھ معاوضہ دے کر طلاق لے سکتی ہے اور اس قسم کی طلاق کو ''خلع'' کہا جاتا ہے۔

قرآن کریم میں ارشاد ربانی ہے:

﴿فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا یُقِیْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْهِمَا فِیْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ (۲۷)

''اگر تمھیں ڈر ہو کہ وہ دونوں اللہ کے حدود کو قائم نہیں رکھیں گے تو ان دونوں پر اس مال (کے لینے دینے) میں کوئی حرج نہیں ہے جسے دے کر عورت خود کو چھڑالے۔''

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا گیا:

﴿وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَیْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا﴾ (۲۸)

''اگر تمھیں ان کے درمیان اختلاف کا ڈر ہو تو تم شوہر کے لوگوں میں سے ایک حکم اور عورت کے لوگوں میں سے ایک حکم بھیجو''۔

ان آیات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو خلع کا حق ہے نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں بھی اسی قسم کے فیصلہ ملتے ہیں کہ جب آپ ﷺ نے عورت کے خلع کے حق کو لاگو کروایا۔

اسلام اور نظریہ مساوات مرد وزن

اسلام نے مرد وزن کے درمیان جو نظریہ مساوات کا تصور دیا ہے وہ تمام دیگر نظریات سے یکسر جدا اور منفرد ہے اسلام مرد زن کے درمیان جو مساوات تسلیم کرتا ہے وہ یہ ہے کہ جس نفس واحدہ سے اللہ تعالیٰ بنایا گیا اور اس کے لیے ایک خاص دائرہ عمل میں تجویز گیا گیا بالکل اسی طرح عورت کی تخلیق بھی ایک ضروری فرض کے لیے کی گئی اور اس کے لیے بھی ایک الگ میدان کار رکھا گیا۔ جس طرح مرد قدر و احترام کا مستحق ہے۔ اسی طرح عورت کو بھی قدرت واحترام کی حقدار۔ عورت کا درجہ بھی اسلام میں وہی ہے جو مرد کا ہے۔

معاشرے میں عورت و مرد کی مساوات کا اعلان قرآن مجید واضح الفاظ میں پیش کرتا ہے۔

﴿ یاایھاالناس اتقوا ربکم الذی خلقکم من نفس واحدۃ و خلق منھا زوجھا وبث منھما رجالا کثیرا ونساء واتقوا اللہ الذ ی تساء لون بہ والارحام ان اللہ کان علیکم رقیبا"۔﴾(۲۹)

''اے لوگو اپنے اس خدا سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور پیدا کی اسی سے بیوی اور پھیلائے ان دونوں سے بہت سارے مرد اور بہت ساری عورتیں اور اللہ سے ڈرتے رہو جس کے واسطے سے ایک دوسرے سے طالب مراد ہوئے ہو اور ان رحمون کا پاس کرو جو تمہارے اندر باہمی ہمدردی کی بنیادی ہیں۔ اللہ تمہارا نگران ہے۔''

اس آیت نے عورت کی کمتری اور حقارت سے متعلق ان تمام تصورات کا خاتمہ کردیا جو قدیم مذاہب اور تہذیبوں میں پائے جاتے تھے کہ وہ شیطان کی ایجنٹ ہے وہ گناہوں کی ٹھیکہ دار ہے جبکہ اسلام کا یہ اعلان ہے کہ عورت کوئی حقیر و نجس موجود نہیں ہے وہ کوئی لا یعقل اور بے مقصد ہستی نہیں ہے۔ جس طرح مرد انسانی معاشرہ کا ایک اہم رکن ہے اسی طرح اس معاشرے کی دوسری اہم رکن عورت ہے اس معاشرے کا وجود اس کی بقاء اور اس کا تسلسل ان دونوں میں سے کسی ایک ہی پر منحصر نہیں ہے کہ ساری اہمیت بس اسی کو دے دی جائے اور نہ یہ بات کہ ان میں کسی ایک پر زیادہ اور دوسرے پر کم منحصر ہے کہ اس کا رتبہ گھٹا دیا جائے بلکہ اس پہلو سے دونوں مساوی حیثیت رکھتے ہیں۔

البتہ خصوصیات اور صلاحتیں دونوں الگ الگ لے کر آئے ہیں اور ہر صنف اپنی اپنی خصوصیات اور صلاحیتوں کی قدر کرتے ہوئے اسی میدان میں استعمال کریں جو کہ ان کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔

اسی مساوات کو بیان کرتے ہوئے سید مودودی لکھتے ہیں۔

''عورتوں کے معاملہ میں اسلام کا اصول یہ ہے کہ عورت اور مرد عزت واحترام کے لحاظ سے برابر ہیں اخلاقی معیار کے لحاظ سے بھی برابر ہیں لیکن دونوں کا دائرہ عمل ایک نہیں ہے''۔(۳۰)

گویا اسلام عورت ومرد کی مساوات ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ ان دونوں کے لیے الگ الگ حدود وعمل مقرر کرتا ہے اور ان کو کشمکش اور تصادم سے بچانے کے لیے ان کے حقوق و فرائض میں امتیاز کرتا ہے مگر اس امتیاز کے باوجود مرد وزن میں سے کسی کو کوئی فضیلت نہیں ہے۔

جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

﴿ولا تتمنوا مافضل الله به بعضكم على بعض للرجال نصيب مما اكتسبوا وللنساء نصيب مما اكتسبن ۔ واسئلو الله من فضله ان الله كان بكل شئى عليما﴾۔ (۳۱)

''اور اللہ نے جو فضیلت مرد وزن میں سے ایک کو دوسرے پر دی ہے اس کے لیے ارمان نہ کرو۔ مرد حصہ پائیں گے اس میں سے جو وہ کمائی کریں گے اور عورتیں حصہ پائیں گی اس میں سے جو وہ کمائی کریں گی اللہ سے اس کی بخشش میں حصہ مانگو اللہ ہر چیز کو جاننے والا ہے''۔

اس آیت کی رو سے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ عورت سلیقہ مندی کے ساتھ ایک گھر کو چلا کر وہی فضیلت اور درجہ حاصل کرسکتی ہے جو مرد ایماندار اور سلیقہ کے ساتھ ایک دفتر چلا کر حاصل کرسکتا ہے گویا فطری طور پر مرد وعورت کو جو خصوصیات حاصل ہوتی ہیں ان میں فضیلت کا پہلو کسی ایک ہی کیساتھ مخصوص نہیں بلکہ اس فضیلت میں دونوں برابر کے حصہ دار ہیں۔

اسلام نے مرد وزن کے درمیان مساوات کا جو تصور پیش کیا ہے اس کا ایک اہم جزیہ بھی ہے کہ آخرت کے اجر وانعام میں بھی دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے قرآن وحدیث میں اس کے بارے میں واضح تعلیمات درج ہیں۔

فرمایا گیا:

"من عمل سيئة فلا يجزىٰ الا مثلها ومن عمل صالحا من ذكر او انثى و هو مومن فاولئك يدخلون الجنة يرزكون فيها بغير حساب" (۳۲)

''جس نے برا عمل کیا اس کو اسی کے قدر بدلہ ملے گا اور جس نے نیک عمل کیا خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہونگے وہاں ان کو بغیر حساب رزق دیا جائے گا''۔

ایک جگہ اس کو کچھ یوں بیان کیا گیا۔

"ومن يعمل من الصالحات من ذكر اونثى وهو مومن فاولئك يدخلون الجنة ولا يظلمون تقيرا" (۳۳)

''اور جو کوئی نیک عمل کرے گا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ایسے لوگ جنت میں داخل ہوں گے اور ان کی ذرہ بھر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی''۔

پھر یہ کہا گیا:

"من عمل صالحا من ذكر او انثى وهو مومن فلنحيينه حيوة طيبة ولنجزينهم اجرهم باحسن ما كانوا يعملون" (۳۴)

''اور جو کوئی نیک عمل کرے گے خواہ وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ مومن ہو تو ہم اس جلائیں گے اچھے جلانا اور ان کو اجر دیں گے ان کے بہترین عمل کے مطابق جو وہ کرتے تھے''۔

ان تمام آیات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ آخرت کے اجر کے اعتبار سے مرد و عورت میں مساوات ہے جو کہ صرف اسلامی نظریہ مساوات یہی خاصہ ہے۔

فطری حدود سے نکلنے والوں پر لعنت:

اس سلسلہ میں درج ذیل احادیث پیش کی جارہی ہیں:

"لعن المشتبهات من النساء بالرجال" (۳۵)

''رسول اللہ ﷺ نے ان عورتوں پر لعنت فرمائی جو مردوں کی مشابہت اختیار کرنے کی کوشش کرتی ہیں''۔

ایک اور جگہ کہا گیا ہے:

"عن ابی هريره قال لعن رسول الله ﷺ الرحل يلبس لبسة العمراة والمراة تلبس لبسة الرجال" (۳٦)

''ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس مرد پر لعنت فرمائی جو عورتوں کا سا لباس پہنے اور اس عورت پر بھی جو مردوں کا سا لباس پہنے''۔

یہ احادیث اس بات کی وضاحت کر رہی ہے کہ عورتوں اور مردوں میں سے کسی کے لیے بھی یہ بات جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی قدرت کی طرف سے مہیا کی گئی حدود کے اندر کام کرنے کی بجائے دوسرے کی حدود میں گھس کر کام کرے بلکہ ہر ایک کو اپنے اپنے دائرہ میں اپنی خصوصیات پر قائم رہتے ہوئے اپنا فرض ادا کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کے دور کا ایک واقعہ بھی اس حقیقت کی وضاحت کر رہا ہے کہ عورتوں اور مردوں میں مساوات کا تصور وہی ہے جو ہم اوپر بیان کر آئے ہیں۔

اسما بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا ایک مشہور دیانتدار اور عقل مند صحابیہ اور مشہور صحابی حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی پھوپھی زاد بہن ہیں ان کے متعلق روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ مجھے عورتوں کی ایک جماعت نے اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے جو سب کی سب وہی کہتی ہیں جو میں عرض کرنے آئی ہوں اور وہی رائے رکھتی ہیں جو میں گزارش کر رہی ہوں عرض یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو مردوں اور عورتوں دونوں کے لیے رسول بنا کر بھیجا ہے چنانچہ ہم آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور ہم نے آپ ﷺ کی پیروی کی لیکن ہم عورتوں کا حال یہ ہے کہ ہم پردوں کے اندر رہنے والی اور گھروں کے اندر والی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ مرد

ہم سے اپنی خواہش نفس پوری کریں اور ہم ان کے بچے لادے پھریں ۔ مرد جمعہ و جماعت، جنازہ و جہاد ہر چیز کی حاضری میں ہم سے سبقت لے گئے ۔ وہ جب جہاد میں جاتے ہیں تو ہم ان کے گھر بار کی حفاظت کرتیں اور ان کے بچوں کو سنبھالتی ہیں تو کیا اجر میں بھی ان کے ساتھ ہم کو حصہ ملے گا؟

آنحضرت ﷺ ان کی یہ فصیح و بلیغ تقریر سننے کے بعد صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کیا تم نے ان سے زیادہ کبھی کسی عورت کی عمدہ تقریر سنی ہے جس نے اپنے دین کی بابت سوال کیا؟ تمام صحابہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھا کے اقرار کیا کہ نہیں یارسول اللہ ۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ حضرت اسماء کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اے اسماء میری مدد کرو اور جن عورتوں نے تم کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا ہے ان کو میرا یہ جواب پہنچا دو کہ تمہارا اچھی طرح خانہ داری کرنا، اپنے شوہروں کو خوش رکھنا اور ان کے ساتھ سازگاری کرنا مردوں کے ان سارے کاموں کے برابر ہے جو تم نے بیان کئے ہیں حضرت اسماء رسول اللہ ﷺ کی یہ بات سن کر خوش خوش اللہ کا شکر ادا کرتی ہوئی واپس چلی گیئں ۔ (۳۷)

اگر ہم عورتوں کے حقوق کی بات کریں تو ایک اسلامی ریاست عورتوں اور مردوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتی ۔

ایک اسلامی ریاست ہر عورتوں کے جان و مال اور ناموس کی حفاظت کرنے، ہر حاجت مند عورت کی جملہ ضروریات کو پورا کرنے اس کی تعلیم کا بندوبست کرنے، اس کو بلا معاوضہ انصاف دلوانے اور قانونی مساوات کا حق دینے کی پابند ہے ۔ عورتوں کو شریعت نے جو حقوق دیئے ہیں ۔ ان کو وہ حاصل کر سکتی ہے ۔ اسے تحریر و تقریر کی پوری آزادی ہے کہ جس کی مدد سے وہ حکومت پر تنقید کر سکتی ہے اور اپنے جائز حقوق کا تحفظ بھی حاصل کر سکتی ہے ۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ النساء: ۱۱۔

۲۔ نسائی السنن ۵۴/۲۔

۳۔ الاحزاب:۳۳۔

۴۔ الجصاص احکام القرآن :۴۴۳/۲۔

۵۔ مودودی، خواتین اور دینی مسائل : ۲۰۵، ۲۰۶، ناشر اسلامک پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۸۷۔

۶۔ وحید الزمان، خاتون اسلام :۱۰۳، ۱۰۴، ناشر مکتبہ اشرفیہ، لاہور۔

۷۔ سنن ابی داؤد: کتاب الخراج والامارۃ والفئ؛ مایلزم الامام من حق الرعیہ: ۵۰/۲۔

۸۔ جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرے میں: ۹۳، ناشر المکتب الاسلامی دار صادر بیروت ۱۹۶۹۔

۹۔ احمد، مسند احمد: ۲۹۷/۶۔

۱۰۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الصلوۃ، باب الجمعۃ للمملوک والمرأۃ ۱۵۳/۱۔

۱۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنائز: ۱۷۰/۱۔

۱۲۔ احمد، مسند :۶۸/۶، ناشر المکتب الاسلامی دار صادر، بیروت، ۱۹۶۹۔

۱۳۔ المنذری، الترغیب والترھیب :۳۳۶/۳، ناشر دار الفکر، بیروت، ۱۹۶۸۔

۱۴۔ ابن ماجہ، السنن، ابواب مناسک : باب الحج، جہاد النساء:۲۱۴، ناشر مطبع نور محمد، کراچی۔

۱۵۔ ابوداؤد، السنن، کتاب الآداب: باب فی فضل من عال یتامی: ۳۴۵/۲۔

۱۶۔ بنی اسرائیل:۳۲۔ ۱۷۔ الاحزاب: ۳۵۔ ۱۸۔ الممتحنۃ:۱۲۔

۱۹۔ تفسیر ابن کثیر :۴۸۲/۳، ناشر مکتبہ الباب قاہر، ۱۹۶۹۔

۲۰۔ احمد بن حنبل :۲۹۷/۶ ومستدرک حاکم ۲۰۹/۱ ناشر مکتبہ مطبوعات اسلامیہ، بیروت۔

۲۱۔ احمد بن حنبل :۳۷۱/۶۔

۲۲۔ ابوداؤد، السنن، باب الجمعہ للملوک والمراۃ: ۵۳/۱۔

۲۳۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الجنائز: باب اتباع النساء الجنازہ: ۱۲۰/۱۔

۲۴۔ احمد بن حنبل :۶۸/۶۔

۲۵۔ ابن ماجہ، السنن، ابواب المناسک: باب الجہاد النساء: ۲۱۴۔

۲۶۔ بخاری، کتاب الجہاد، باب جہاد النساء: ۴۰۲/۱۔

۲۷۔ البقرہ: ۲۲۹۔ ۲۸۔ النساء: ۳۵۔

۲۹۔ النساء:۱ ۳۰۔ خواتین اور دینی مسائل۔۲۰۵ ۳۱۔ النساء:۱۲۴

۳۲۔ المومن:۴۰ ۳۳۔ النساء:۱۲۴ ۳۴۔ النحل:۹۷

۳۵۔ ترمذی، کتاب الادب، ابواب الستیذ ان والادب، باب ماجاء فی المشتبھات بالرجال من النساء۲/۱۰۲

۳۶۔ ابوداوَالسنن، کتاب اللباس، باب فی لباس" (النساء۲/۲۱۲)

۳۷۔ ابن البر، الاستیعاب،۲/۲۰۶،۷مطبع قاہرہ،۱۳۱۹ھ